ریاست کا تعلیمی نظام: سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تحقیقی جائزہ

A Research Review of the State's Educational System in the Light of The Seerat-Un-Nabi (PBUH)

Dr Hafiza Fariza Danish
Email: farizamuhammadd@gmail.com

Abstract
The institution of the state is the basic need of any human society, because for the survival of any society, the protection of its collective values, peace and security and its discipline is an inevitable necessity. Islam is a comprehensive code of life. Where he guides humanity in all spheres of life, he especially presents the practical existence of the welfare state related to the collective organization of human society in the form of the state of Medina. It was the world's first welfare state in which all sectors of the state were integrated with human success. Whether it is related to economic needs or social system, education or research, law and order and agreements, internal or external, the state has given perfection to every sphere of life and the welfare of humanity. And what measures were taken for welfare, based on which the state of Madinah was called the first Islamic welfare state and was distinguished from all other states. For the welfare of humanity, the best code of life in the form of Islam was given by God in its perfect and most complete form through Khatam al-Anbiyyah Hazrat Muhammad Mustafa (PBUH).
The history of the world is unable to provide an example of the dedication and responsibility with which the Messenger of Allah (PBUH) fulfilled his duties as a Prophet and lifted the entire humanity from its low lines to the exaltation. The writer in this article. "The education system of the state will be highlighted in the light of the Prophet's life (PBUH).
Keywords: Quran, Hadith, books

تعارف:

قوموں کے عروج وزوال کی تاریخ میں اگر کسی ایک مؤثر ترین تاریخ ساز عامل کی تلاش کی جائے تو یہ بات بلاخوف وتردید کے کی جاسکتی ہے کہ اس میں سرفہرست تعلیم آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ابتدائی علم سکھایا گیا وہ لفظِ" اِقْرَأْ " تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیائے ارض پر اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیائے ارض پر انسان کو اپنا خلیفہ اور نمائندہ مقرر کرنے کے لیے سب سے پہلے جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آراستہ فرمایا، وہ علم تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو کام سونپا اس میں سرے فہرست

تعلیم قرآن و حکمت اور تزکیہ نفس کو مرکزیت حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی اسلامی ریاست کی تعمیر وتشکیل کا آغاز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام سے کیا جو اس نئے نظریاتی معاشرے کی پہلی مسجد اور پہلا مدرسہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثالی طرزِ حکمرانی نے داخلی اور خارجی سطح پر بکھرے یثرب کو دنیا کی بہترین اسلامی فلاحی ریاستِ مدینہ میں تبدیل کر دیا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اس مثالی ریاستِ مدینہ کی جھلک ہمہ وقت ہمارے سامنے ہو، تاکہ پیش آمدہ مشکل مسائل کو اُسوۂ حسنہ کی روشنی میں حل کر سکیں۔

زیرِ نظر مقالے کا بنیادی مقصد "ریاست کا تعلیمی نظام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تحقیقی جائزہ" کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن اقدا مات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے جو عصرِ حاضر ملکِ پاکستان کو ایک بہترین اسلامی فلاحی ریاست کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔

ریاست کے لغوی معنیٰ:

سیاست بروزن اِمارات " سَاسَ یَسُوسُ " بروزن " قَالَ یَقُولُ " سے مصدر کا صیغہ بمعنیٰ "اصلاح کرنا اور سنوارنا " کے آتے ہیں، اس لغوی مفہوم کی مناسبت سے یہ دونوں مصدر ریاست و حکومت اور تدبیرِ مملکت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ حکومت اور ریاست کا مقصد بھی عوام کی حالت سنوارنا اور اصلاح کرنا ہوتا ہے

ریاست کا اصطلاحی معنیٰ:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ریاست کی تعریف اپنی کتاب "اَحیاءُ العلوم" کے باب کتاب الحکم کے باب اوّل میں ریاست کی اصطلاحی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں کہ،

"اِستِصلَاحُ الخَلْقِ وَارْشَادُهُمْ إِلَى الطَّرِيقِ الْمُسْتَقِيمِ الْمُنْجِي فِي الدُّنْيَا والآخرة"(ریاست مخلوق کی اصلاح اور راہنمائی کرنا ہے سیدھے راستے کی جانب جو دنیا اور آخرت کی نجات کا ذریعہ ہو)۔[1]

اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسرے مقام پر ریاست کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"وَهِيَ التَّالِيْفُ وَالتَّعَاوُنُ وَالْاجْتِمَاعُ عَلَى أَسْبَابِ الْمَعِيشَةِ وَ ضَبْطِهَا "(ریاست وہ تدبیر ہے جو زندگی کے وسائل اور اُن کے دائرے میں افرادِ معاشرہ کے درمیان باہمی محبت اور اتحاد، وتعاون پیدا کرتی ہو)۔[2]

ریاست کی تعریف ابنِ خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں: علاّمہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے ریاست کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے کہ،

" فَالسَّيَاسَةُ وَالْمُلْكُ هِيَ كَفَالَةٌ لِلْخَلْقِ وَ خِلَافَةٌ لِلَّهِ فِي الْعِبَادِ لِتَنْفِيذِ أَحْكَامِهِ فِيهِمْ ۔"

"سیاست (ریاست) اور حکومت اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی نگہداشت اور ان کے مفاد کی کفالت وضمانت کا نام ہے۔ یہ سیاست اللہ تعالیٰ کی نیابت ہے اس کے بندوں پر اسی کے احکام نافذ کرنے کے کام ہیں"۔[3]

امام راغب اَصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ریاست کی تعریف میں تین ارکان ذکر کرتے ہیں۔

(1):عِمَارَةُ الأَرْضِ: زمین کو آباد کرنا اور عمرانی تمدن قائم کرنا۔

(2): تَنفیذ احکام اللہ: اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنا۔

(3): مکارمُ الشریعۃ: اخلاقِ فاضلہ اختیار کرنا۔[4] ریاست کی تعریف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں:

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں ریاست کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ،

"وهي الحكمة البَاحِثَةُ عَنْ كَيْفِيَّةِ رَبْط بَيْنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ

""ریاست وحکمت (فن وعلم) اُن تدابیر سے بحث کرتی ہے جن کے ذریعے سے شہریوں کے باہمی ربط وتعلق کی حفاظت کی جاتی ہے۔"[5]

مقالہ نگار نے ریاست کی جو تعریف بیان کی ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ ریاست وہ فن اور حکمت ہے جس کا موضوع فرائضِ حکومت اور ریاست کا نظم ونسق ہے اور جس کی غرض وغایت مصالح عامہ کی حفاظت کرنا اور شہریوں کے باہمی ربط وتعلق کو قاعدے اور قانون کے ذریعے کنٹرول کرنے کا نام ریاست ہے۔

بانیِ مُعلم محمد الرسول اللہ ﷺ کی درس گاہ صُفّہ کی تعلیمی نظام کے بارے میں ایک نظر۔

درس گاہ صُفّہ: صُفّہ کے معنی ہیں چبوترا (تھڑا) کو کہا جاتا ہے۔

مسجد نبوی ﷺ سعودی عرب کے شہر مدینہ منورہ میں واقع ایک تاریخی مسجد ہے جیسے مسجدِ نبوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، مسجد نبوی سے متصل پیچھے کی جانب تھوڑا سا چبوترا بنادیا گیا تھا جہاں مہمان اترتے تھے اور علم سیکھنے والے فقراء صحابہ وہاں مستقل طور پر رہتے تھے۔ صفہ سائبان اور سایہ دار جگہ کو کہتے ہیں، عہد رسالت میں تحویل قبلہ کے بعد مسجد نبوی کے شمال مشرق میں مسجد سے متصلاً ایک چبوترا بنایا گیا، جس پر سایہ کا بھی انتظام کیا گیا تھا، اس چبوترا کو صفہ کہا جاتا ہے، اس جگہ قیام کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔[6]

عہدِ نبوی ﷺ کا نظامِ تعلیم کا خاکہ مندرجہ ذیل ہے۔

نام مدرسہ	تاریخ	بانیِ مُعلم	مضامین جو پڑھائے جاتے یا دیگر تفصیل۔
درس گاہِ صُفہ	بعد از ہجرت مدینہ	حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ	تفصیل درج ذیل ہے:

نصابِ تعلیم	آپ ﷺ کے دورِ رسالت میں جو تعلیمی نصاب تھا اس میں حفظ قرآن، تجوید قرآن، غیر ملکی زبانوں کی تعلیم کو سیکھانا مثلاً عبرانی زبان سریانی، فارسی، اسی طرح رومی، قبطی، اور حبشی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی، حضور ﷺ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو "ماہر السنہ" کے لقب سے نوازہ، اسی طرح حضرت عبداللہ ابی زبیر رضی اللہ عنہ بھی بہت سی زبانیں بولنے کے ماہر تھے۔ صُفہ کے تعلیمی نصاب میں موجود فنونِ سپہ گری یعنی نشانہ بازی، تیر اندازی، پیراکی، گھوڑے دوڑانے کے مقابلے کروائے جاتے تھے۔ اسی طرح درس گاہِ صفہ میں موجود صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جنگی مشقیں بھی کروائی جاتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "علم الطیور" کا علم یعنی چرند، پرند کا علم بھی سیکھایا، (جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ حضرتِ سلیمان علیہ السلام پرندوں، جانوروں کی بولیاں سمجھ لیا کرتے تھے۔) اسی طرح آپ ﷺ نے زرعی علوم مثلاً، زراعت کا کاروبار، کاشتکاری کرنے کا انتظام، زرعی اجناس کی پیداوار مویشیوں اور فصلوں کی خرید و فروخت کرنے کا علم بھی سیکھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل صُفّہ میں موجود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تعلیم "علمِ ہیت" یعنی وہ علم جس کے ذریعہ سے اشکال فلکی اور مساحت کرہ ارض معلوم کیا جاسکے۔ آپ ﷺ نے "علم انساب" یعنی کسی شخص یا گھرانے کا نسب نامہ سے متعلق رکارڈ یا بیان، یعنی اس کے خاندان میں کون کون سی بولیاں بولی جاتی ہیں اس بات کا علم رکھنا کیونکہ نسب نامہ ایک سائنس ہے جس کا تعلق قبائل، قبیلوں اور مقامی خاندانوں کے شجرہ نسب سے ہے۔ جینالوجسٹ کو آبا و اجداد کہا جاتا ہے۔ یہ سب علم کا سیکھانا آپ ﷺ نے بطور معلمی اہل صفہ کو تعلیم دی۔[7]

صحابی رسول ﷺ کا اہلِ صفہ کو درس و تدریس کے فرائض انجام دینا۔ مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کے دور میں حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کا درس و تدریس کا کام انجام دیتے تھے اور اہل صفہ کو قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے۔ مؤلف "الاصابہ" نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ان کو ابان بن سعید بن العاصی کے سپرد کیا تھا تاکہ وہ ان کو قرآن مجید پڑھائیں۔ ابن عساکر نے انصاری صحابی حضرت ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! مجھے کسی اچھے پڑھے لکھے آدمی کے سپرد کر دیں تو آپ ﷺ نے مجھے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا اور فرمایا: میں نے تجھے ایسے آدمی کے سپرد کیا ہے جو تمہاری اچھی تعلیم و تربیت کر دے گا۔[8]

اقامتی جامعہ:

مسجد نبوی ﷺ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ صُفہ کو بطور اقامتی جامعہ (Residential University) قائم فرمایا۔ یثرب کے کچھ لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تعلیم قرآن کے لیے بھیجا۔ حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ نے اپنا مکان دیا۔ لہذا یثرب میں سب سے پہلے مدرسہ کی بنیاد پڑی۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد آٹھ، دس ماہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ پر قیام فرمایا۔ جسے یثرب میں یہ دوسری تربیت گاہ کہی جاسکتی ہے۔ مسجد نبوی میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے بھی ہوتا ہے کہ ہجرت مدینہ سے دو سال قبل بیعت عقبہ ثانیہ (بیعت عقبہ ثانیہ یہ بیعت تیرہ (13) نبوی میں ہوئی جس میں تہتر (73) مردوں اور دو (2) عورتوں نے بیعت کی۔ (13) تیرہ نبوی ﷺ میں حج کے موقع پر مدینہ منورہ کے پچھتر (75) آدمیوں نے منیٰ کی اِسی گھاٹی عقبہ کے مقام پر اپنے بت پرست ساتھیوں سے چھپ کر حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔) مدینے کے مسلمانوں نے رسول اللہ کو دعوت کے موقع پر مدینہ کے بارہ (12) افراد نے اسلام قبول کیا اور حضور اکرم نے ان کے ساتھ مکہ مکرمہ سے ایک تربیت یافتہ مُعلم کو بھیجا تاکہ وہ اِنہیں قرآن اور دین اسلام کی تعلیم دے سکے۔[9]

علاوہ ازیں قبل از ہجرت کے زمانہ میں (23) تیئس صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کاتبینِ وحی کا تقرر بھی اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے کہ حضور اکرم نے قرآن کو محفوظ کرنے کے لیے انہیں مقرر فرمایا۔ ہجرت مدینہ کے بعد حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی اور مدینہ منورہ میں ناخواندگی کو دور کرنے کے لیے ذاتی طور پر نگرانی فرمائی۔

محدث عبد الحیٔ الکتانی رحمۃ اللہ علیہ تعلیم سیکھنے سے متعلق غزوہ بدر کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

امام الکتانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب روض الانف صفحہ ۹۲ میں "غزوہ بدر" کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ "بدر" کے قیدیوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو اچھی طرح کتابت کرسکتے تھے اور اس وقت انصار میں اچھا لکھنے والے لوگ کم تھے۔ ان کاتبوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو قلاش تھے چنانچہ ان سے قول لیا گیا کہ وہ دس دس بچوں کو کتابت سکھادیں تو ان کو بدون فدیہ چھوڑ دیا جائے گا۔ ان دنوں میں زید بن ثابت نے انصاری لڑکوں کی معیت میں ان کاتبوں سے کتابت سیکھی تھی"۔[10]

اسی طرح ایک اور مقام پر اِملاء سیکھنے سے متعلق امام الکتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "صُفہ" کے مقام پر حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ لوگوں کو "اِملاء" (لفظِ املا رسم الخط کے مطابق الفاظ لکھنے کا عمل رسم خط کے مطابق، لفظ میں حرفوں کی ترتیب کا تعین، ترتیب کے لحاظ سے اس لفظ میں شامل حرفوں کی صورت اور حرفوں کے جوڑ کا متعارف طریقہ؛ ان سب کے مجموعے کا نام اِملا ہے۔) سکھانے اور آپ قرآن

حکیم کی تعلیم کے لیے مامور فرمایا۔ صفہ کے علاوہ عہد نبوی ﷺ میں مدینہ منورہ میں کم از کم نو مساجد اور بھی تھیں جہاں تعلیم و تربیت کا کام ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا بھی خود تشریف لے جاتے اور وہاں کی مسجد کے مدرسے کی ذاتی طور پر نگرانی فرماتے۔ حضور اکرم نے یہ حکم بھی جاری فرمایا: کہ لوگ اپنے ہمسایوں سے تعلیم حاصل کریں۔[11]

حضور اکرم ﷺ نے مدینہ شریف میں مردم شماری بھی کروائی۔

حضور اکرم نے ۲۵۰ سے زائد تبلیغی خطوط بھی مختلف سربراہان حکومت کو روانہ فرمائے۔ اب آپ ﷺ کی حکومت دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر پھیل چکی تھی۔ خطوط پر مہر لگانے کا رواج بھی رسول اللہ ﷺ کے دورِ حکومت سے شروع ہوا۔ آپ ﷺ کا حکم تھا کہ کاغذ کو موڑنے سے پہلے اس کی سیاہی کو ریت سے خشک کر لیا کرو اور لفظ "س" کو بغیر تین شوشوں کے نہ لکھا کرو نیز کاتب کو لکھتے ہوئے اگر کاتب کو رکنا پڑے تو قلم کو اپنے کان میں رکھ لے۔[12]

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تخصص (specialization) کا دور:

حضور ﷺ علمِ تجوید یا ترکہ کی تقسیم کے حساب کے لیے طلباء کو مخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف روانہ فرماتے تھے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے تعلیم سیکھنے سے متعلق غیر ملکی زبانیں سیکھنے کا بھی حکم دیا چنانچہ حضرت زید بن ثابت فارسی، حبشی، عبرانی اور رومی (یونانی) زبانیں سیکھ گئے تھے۔ جہاں تک نصاب کو تعلق ہے تو قرآن حکیم کے ہمہ گیر نصاب کے علاوہ نشانہ بازی، پیراکی تقسیم ترکہ کی ریاضی طب، علم ہیئت، علم تجویدِ قرآن اور علم الانساب کی بھی مقام صفہ میں تعلیم دی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ میں یہ حکم بھی صادر ہوا کہ اساتذہ کی عزت کی جائے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے واضح الفاظ کے ساتھ بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت سیکھانے کا علم دیا۔ احادیث میں حکم ہوا کہ نماز پڑھنے کا طریقہ بچپن ہی سے بچوں کو سکھایا جائے اور جب وہ سات برس کی عمر کے بعد نماز نہ پڑھیں تو والدین انہیں سزا دیں۔[13]

اسلامی نظامِ تعلیم تین ادوار پر منحصر ہے

زمانہ کے اعتبار سے اسلامی نظام تعلیم کے تین دور قائم کیئے جاسکتے ہیں:

(1): پہلا دور: عہد رسالت سے دولت امویہ کے ابتدائی زمانہ تک۔

(2): دوسرا دور: عہد اموئی سے چوتھی صدی ہجری تک۔

(3): تیسرا دور: پانچویں صدی سے آٹھویں صدی ہجری تک۔ ان تینوں دوروں کی امتیازی خصوصیتیں حسب ذیل ہیں:

(1): پہلا دور: عہد رسالت سے دولت امویہ کے ابتدائی زمانہ تک۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید جس طرح اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ ہے، ویسے ہی مسلمانوں کے تعلیم و تعلم کی داستان کا آغاز بھی اس کے نام سے ہوتا ہے، نزول قرآن کے ساتھ اس کی کتابت کی ضرورت پیش آئی تو

اس وقت رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ چند کاتبوں عبد اللہ بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کو فنِ کتابت سکھانے کے لیے مقرر فرمایا اور بعض صحابہ حضرت عبداللہ بن مکتوم اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم کو مکہ کے قیام کے زمانہ میں باشندگان مدینہ کو قرآن مجید پڑھانے کے لیے مدینہ بھیجے گئے۔[14]

پھر مدینہ منورہ پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہم نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی پر توجہ رکھی اور نوشت وخواند دونوں سلسلہ قائم رہے، غزوہ بدر کے قیدیوں میں سے جو لوگ لکھنا جانتے تھے ان کا فدیہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھانا قرار پایا۔[15]

اسی طرح مسجد نبوی ﷺ میں اصحاب صفہ کا حلقہ درس قائم کیا گیا، جس میں ایک شخص قرآن مجید پڑھتا تھا اور حلقہ کے دوسرے حاضرین اسے توجہ سے سنتے تھے پھر نئے مہاجرین جو دوسرے مقاموں سے آتے گئے وہ درس قرآن کے لیے اس حلقہ میں شریک کیے گئے۔[16] اس حلقہ کے ماسوا ہر تعلیم یافتہ مسلمان ناخواندہ مسلمان کے لیے معلم تھا، عربوں کے جو وفد دور دور سے مدینہ منورہ آتے وہ انصار کے مکانوں میں فروکش ہوتے تھے، جہاں انہیں کتاب وسنت کی تعلیم دی جاتی تھی چنانچہ وفد عبد القیس کا بیان ہے کہ: "انصار ہمیں ہمارے پروردگار کی کتاب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنت کی تعلیم دیتے تھے"۔[17] پھر فتوحات کے بعد جب نظامِ حکومت کی تشکیل ہوئی اور عمال مقرر ہو کر ولایتوں میں بھیجے جانے لگے تو آپ نے ان کا مقصدِ سفر یہ بیان فرمایا کہ: "(یہ بھیجے جاتے ہیں) تاکہ لوگوں کو قرآن اور اسلامی شریعت کی تعلیم دیں"۔[18]

اس کے بعد خلافت راشدہ کے زمانہ میں جب فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا تو کتاب اللہ کی تعلیم کے لیے مستقل معلمین عمال کے ساتھ بھیجے گئے، جیسے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ شہرے بصرہ کے عامل بنائے گئے اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قرآن مجید اور شریعتِ اسلامی کی تعلیم کے لیے ان کے ساتھ گئے، اسی طریقہ سے شام کی فتح کے بعد مختلف شہروں میں عمال کے علاوہ قرآن کی تعلیم دینے والوں کا تقرر ہوا، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ نے معلمِ قرآن کی حیثیت سے "حمص" میں قیام فرمایا، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فلسطین روانہ ہوئے اور حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ نے دمشق میں اقامت اختیار فرمائی۔[19]

ان معلمین نے نو مفتوح شہروں میں قرآن مجید کی تعلیم کے لیے مکاتب قائم کیے اور درس وتدریس کا سلسلہ جاری ہو گیا، لوگ جوق در جوق تحصیل علم کے لیے ان کے درس میں شریک ہوتے، حضرت ابو دردا رضی اللہ عنہ کتاب "تذکرۃ الحفاظ" کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ جب وہ دمشق کی جامع مسجد میں درس کے لیے بیٹھتے تھے تو طلبہ کا اس قدر ہجوم ہوتا تھا کہ گویا کسی بادشاہ کے استقبال کے لیے لوگ جمع ہوئے ہیں۔[20]

صحابہ جہاں بیٹھتے محفل کی روشن شمع بن جاتے اور لوگ علم حاصل کرنے کے لیے پروانوں کی طرح ان پر گرتے، ابو ادریس خولانی بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ "حمص" کی مسجد میں گئے تو بتیس (۳۲) صحابہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، وہ یکے بعد دیگرے اپنی روایتیں سناتے رہے اور لوگ ہمہ تن گوش بن کر سنتے رہے۔[21] صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے علم حدیث کی اشاعت کی خدمت مستقل طور پر انجام دی جو جس شہر میں قیام پذیر تھا انہوں نے وہاں کی مسجد میں روایت وسماع کے لیے حلقہ قائم کر لیا تھا، مثالی حضرت جابر بن عبد اللہ مسجد نبوی میں مستقل طور پر درس دیتے تھے۔[22]

حضرت حذیفہ بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں درس کا سلسلہ کو قائم کیا کرتے تھے۔[23] کتاب وسنت کی تعلیم واشاعت کے ساتھ جب مختلف نئی صورتوں اور ضرورتوں میں کتاب وسنت پر قیاس کر کے مسائل مستنبط کرنے کی ضرورت پڑی تو ایسے اہل علم متعین کئے گئے جو اس خدمت کو اپنی دینی اور علمی بصیرت سے انجام دیں اور لوگوں کو مسائل کے استنباط کے طریقے بتائیں چنانچہ مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس خدمت پر مامور ہوئے اور ان کے ذریعہ علم فقہ کی اشاعت ہوئی، مثلاً حضرت عبد الرحمان بن قاسم رضی اللہ عنہ شام میں، حضرت عبد اللہ بن معقل، اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بصرہ میں، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مداین میں اور حضرت حبان ابن جبلہ مصر میں اس خدمت پر مامور تھے۔[24]

پہلے دور کی تعلیمی خصوصیات:

یہ نظام دولت امویہ کے عہد کے ابتدائی دنوں تک جاری رہا، اس دور کی تعلیمی خصوصیات اجمالاً حسب ذیل تھیں:

ا۔ علم، قرآن مجید، حدیث اور فقہ میں منحصر تھا، ان علوم کے ماسوا کسی دوسرے علم کی اشاعت نہیں کی گئی۔ ۲۔ تعلیم کتابی نہ تھی، قولی اور سماعی تھی۔ 3۔ تعلیم کے لیے کوئی معاوضہ لینا یا دینا منوع تھا معلمین کے لیے معیشت کے دوسرے ذریعے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ ایک مہاجر نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جن سے وہ قرآن پڑھتے تھے، ایک کمان ہدیہ میں بھیجی تو حضور ﷺ نے اس کے لینے سے منع فرمادیا۔[25] 4۔ استاد طالب علموں سے بڑی شفقت اور محبت کا سلوک کرتے تھے، جس کی بہ کثرت مثالیں ہیں۔

5۔ مسجدیں تعلیم گاہ کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔

6۔ علم حدیث کے چرچے سے علم کی تحصیل کے لیے سفر کرنے کا رواج ہوا، خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی ایک ایک حدیث کی تحقیق کے لیے ایک دوسرے کے پاس ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ نے کوئی بات ارشاد فرمائی تھی، اس موقع پر حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور حضرت سائب بن مخلد رضی اللہ عنہ حاضر تھے،

حضرت سائب رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کے متعلق کچھ شبہ ہو گیا تو انہوں نے صرف اس شک کو دور کرنے کے لیے مصر شہر کا سفر کیا وہاں پر پہنچ کر حضرت عقبہ سے اس حدیث کی بابت دریافت کیا۔[26]

7۔ علمی سفر کے متعلق احتیاط کی جاتی تھی کہ اسے خالص تحصیل علم کے لیے ہونا چاہیے تھا، اگر اس میں کوئی دنیاوی غرض وابستہ ہو جاتی، یا کسی شہر میں کوئی پہنچتا اور ضمنی طور پر کچھ علم حاصل کرنا چاہتا تو اسے مایوس ہونا پڑتا تھا، ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مدینہ سے کسی حدیث کے متعلق دریافت کرنے کے لیے آیا، انہوں نے پہلے اس سے یہ اطمینان کر لیا کہ یہ کسی دنیاوی غرض جیسے تجارت وغیرہ کے لیے نہیں آیا ہے، اس کے بعد اس سے حدیث بیان کی۔[27]

(2): دوسرا دور: عہد اموی سے چوتھی صدی ہجری تک۔

دولت امویہ میں حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے سے ہوتا ہے علم کی اشاعت میں ان کے عظیم الشان کارنامے ہیں، ان ہی نے سب سے پہلے منتشر سرمایہ کو یکجا کرنے کے لیے صوبہ کے والیوں اور شہروں کے عاملوں کے نام فرمان بھیجے کہ: "احادیث نبویہ ﷺ کی تلاش کر کے انہیں لکھ لو، کیوں کہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف ہے اور صرف رسول اللہ ﷺ کی حدیث قبول کی جائے۔[28]

چنانچہ اس فرمان کے بموجب احادیث کا قیمتی سرمایہ جمع ہو گیا، سعد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ:

"ہم کو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے حدیث جمع کرنے کا حکم دیا تو ہم نے دفتر کے دفتر حدیثیں لکھ لیں اور انہوں نے ان کا ایک ایک مجموعہ اپنی حکومت کے تمام حدود میں روانہ فرمایا۔"[29] حدیثوں کے جمع کرنے کا مقصد صرف فن حدیث کی تعلیم و اشاعت تھا چنانچہ اسی فرمان میں آگے چل کر ہے: "علما کو چاہیے کہ علم کی اشاعت عام طور پر کریں اور تعلیم کے لیے درس کے حلقوں میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں، کیوں کہ علم صرف اس وقت ضائع ہوتا ہے، جب وہ راز بن جاتا ہے۔

"ایک دوسرے فرمان میں لکھا: اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیوں کہ حدیثیں فنا ہو رہی ہیں۔[30]

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے نظام تعلیم میں ایک دوسری تبدیلی یہ کی کہ پڑھانے والوں اور بعض اوقات پڑھنے والوں کو معاش کی فکر سے آزاد کر کے ان کے لیے مستقل وظیفے جاری کرنے کی ابتداء کی چنانچہ انہوں نے والیوں کو لکھ بھیجا کہ: "جن لوگوں نے دنیا کو چھوڑ کر اپنے آپ کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا ہے، اُن میں سے ہر ایک کو بیت المال میں سے سو سو دینار دو، تاکہ وہ لوگ موجودہ حالت میں ان پیسوں سے مدد حاصل کریں"۔[31] اسی طرح اس عہد میں نادار طلبہ کے لیے بھی وظیفے جاری کیے گئے جس کا تذکرہ ابن عبد البر نے کیا ہے کہ۔ اس کے ماسوا اسی زمانہ سے شروع ہو کر دولت عباسیہ کے ابتدائی زمانہ تک میں مختلف شرعی، ادبی اور عقلی علوم کی تدوین ہوئی اور غیر زبانوں کے علوم عربی میں منتقل کیے گئے

جس سے تصنیف، تالیف اور ترجمہ کا وسیع سلسلہ قائم ہو گیا چنانچہ اس عہد تک علوم قرآن حدیث، فقہ، کلام، مغازی، سیر، تاریخ، ادب، نحو، شعر، طب، فلسفہ، منطق، ریاضیات وغیرہ کی تدوین ہو چکی تھی۔[32](2)۔

دوسرے دور کی خصوصیات:

ان حیثیتوں سے اس دور میں حسب ذیل تعلیمی خصوصیتوں کا اضافہ ہوا:

(1)۔ علوم وفنون کا سرمایہ سینوں سے نکل کر سفینوں میں آیا۔

(2)۔ تالیف، تصنیف اور ترجمہ کا سلسلہ قائم ہوا۔

(3)۔ کتب خانہ کا قیام عمل میں آیا۔(4)۔ اساتذہ اور طلبہ کے وظائف مقرر کیے گئے۔(5)۔ مسجدوں میں تعلیم کے لیے درس کے مستقل حلقے قائم ہوئے۔

(6)۔ تعلیم عموماً مسجدوں ہی میں دی جاتی تھی بلکہ اگر کسی نئی تعلیم گاہ کے قائم کرنے کی ضرورت ہوتی تو نئی مسجد ہی تعمیر کی جاتی تھی۔[33](7) ۔ بعض اسلامی ملکوں میں اہل علم کو اپنا تعلیمی شغل جاری رکھنے کے لیے جہاد کی خدمت سے بھی مستثنیٰ کیا گیا۔[34](8) ۔طریقہ تعلیم اس دور میں بھی وہی رہا جو پہلے دور میں تھا، یعنی استاد زبانی تعلیم طریقہ تعلیم اس دور میں بھی وہی رہا جو پہلے دور میں تھا، یعنی استاد زبانی تعلیم دیتا تھا لیکن اس طریقہ میں پچھلے دور سے اس دور میں یہ اضافہ ہوا کہ املاء کا طریقہ جاری ہوا، استاد جو کچھ درس دیتا شاگرد اسے لکھ لیتے یا استاد خود لکھتا جاتا اور طلبہ لکھتے جاتے۔

(9)۔ کتابوں کے مصنفین بھی اپنی کتابوں کی قرآت کراتے تھے۔

(10)۔ کتابوں کی قرآت وسماع کی سند واجازت کے رواج کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی۔[35]

(3): تیسرا دور: پانچویں صدی سے آٹھویں صدی ہجری تک۔ اسلامی نظام تعلیم کا تیسرا دور شروع ہوا، اس میں تعلیم گاہوں کے لیے مسجدوں سے علیحدہ کر کے عمارتیں بنانے کا رواج ہوا، اگرچہ مسجدوں میں بھی تعلیم کا سلسلہ قائم رہا، تاہم تعلیم گاہوں کی علیحدہ عمارتوں سے اسلام کے تعلیمی نظام کی نئی تشکیل ہوئی، اور مدرسوں کے لیے قواعد وضوابط بنائے گئے، طلبہ اور اساتذہ کے لیے اقامت گاہیں تیار ہوئیں، ملک کے چیدہ چیدہ اہل علم اپنے عہدہ کے فرق وامتیاز کے ساتھ بیش قرار تنخواہوں پر معلمی کے منصب پر فائض کیے گئے اور طلبہ کے تعلیمی وظیفے پابندی سے جاری کیے گئے، ان کے لیے تعلیم کے سامان مہیا کیے گئے، ان کے قیام، طعام اور لباس کا انتظام کیا گیا۔

(3)۔ تیسرے دور کے خصوصیات

ان حیثیتوں سے اس دور کے حسب ذیل نمایاں خصوصیات قرار پاسکتے ہیں:

ا۔ مدرسوں اور اقامت گاہوں کی تعمیر سے استادوں اور لڑکوں کی باہمی معاشرت کا آغاز ہوا۔

۲۔ بڑے بڑے اوقاف کی بدولت علماء فراغ دلی سے اپنی خدمتیں انجام دیتے رہے اور لڑکوں کے لیے بھی تعلیمی سہولتیں بہم پہونچیں۔3۔ مدرسوں کی تعمیر اور اوقات کا قیام دین داری کی ایک علامت قرار پائی اور نیک دل مسلمانوں نے آخرت کی بھلائی کے لیے مدرسے اور دارالاقامے قائم کیے، نیز مدرسوں کی تعمیر اس دور کے تمدن میں دنیاوی اعزاز اور سربلندی کا ذریعہ سمجھی گئی، جس کی وجہ سے امرا واہل مناصب نے مدرسوں کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔۴۔ اسلامی ملکوں کی تعلیمی ترقی سے درس و تدریس کا پیشہ اس قدر معزز سمجھا جانے لگا کہ اہل علم وزرا اور اُمرا اپنی غیر معمولی مشغولیتوں کے باوجود پڑھنے پڑھانے کے لیے بھی وقت نکالتے تھے چنانچہ اس زمانہ کے اُمرا کے سوانح میں ان کے اہل علم کے درس کے حلقہ میں بلا تکلف شریک ہونے اور خود درس کا حلقہ قائم کر کے لوگوں کو بڑھانے کے واقعات ملتے ہیں۔

5۔ مختلف علوم وفنون کے لیے جداگانہ مدرسے قائم کیے گئے۔

6۔ طریقہ تعلیم کے لحاظ سے اس دور میں بھی اِملاء کا طریقہ جاری رہا اور مصنفین اپنی کتابیں پڑھاتے تھے لیکن اس دور میں کتابوں کی قرآت اور سماع کی سند اور اجازت کا طریقہ پہلے دور سے زیادہ اہتمام سے جاری ہوا، نیز اس دور میں ایک اضافہ یہ ہوا کہ نصاب تعلیم کی چیدہ کتابیں منتخب کی گئیں اور ہر فن میں جو معیاری کتابیں نکلیں، انہیں درس کے نصاب میں داخل کیا گیا، اور ہر فن کے پڑھانے کے لیے مختصر رسالے تیار کیے گئے لیکن پھر امتداد زمانہ سے نصاب درس میں غیر ضروری کتابیں بھی داخل ہو گئیں اور مختلف زمانوں میں نصاب کی اصلاح کی کوششیں جاری رہیں۔[36] عہد اسلامی کے مختلف دوروں میں اسلامی ملکوں میں

تعلیم کے اہم مراکز:

اسلامی نظام تعلیم کے ان مختلف دوروں میں اسلامی ممالک کے مختلف شہر تعلیم کے اہم مرکز بنے رہے، جہاں تعلیم کے سلسلہ کے تمام وسائل مہیا رہتے تھے اور طلبہ دور دور سے پہونچ کر وہاں علم کی تحصیل کرتے تھے، یہ علمی مرکز مختلف زمانوں میں بدلتے رہے ہیں، ابن خلدون نے اس کی یہ صحیح توجیہ کی ہے کہ جس ملک کا تمدن جس قدر ترقی یافتہ رہا، اسی قدر وہاں اعلیٰ تعلیم کے موقع اور وسیلے پیدا ہوئے اور پھر جس ملک کو تمدنی حیثیت سے زوال آیا، وہ اپنے تعلیمی مرکز کے امتیاز کو بھی کھو بیٹھا چنانچہ وہ لکھتا ہے: "اس کا سبب یہ ہے جیسا کہ ہم دکھا چکے ہیں کہ علوم کی تعلیم بھی مجملہ پیشوں کے ایک پیشہ رہے اور ہم یہ بھی دکھا چکے ہیں، کہ پیشے شہروں ہی میں زیادہ ہوتے ہیں اور شہروں کی تمدنی ترقی اور تنزل کے اعتبار سے ان میں بھی بیشی اور کمی ہوتی ہے، جس قدر تمدنی لطافتیں بڑھتی ہیں، ان پیشوں میں بھی باریکیاں اور ندرتیں پیدا ہوتی جاتی ہیں، کیوں کہ یہ انسانی خاصہ ہے کہ جب معاشی فراغ بانی حاصل ہوتی ہے تو انسان کی زندگی میں مزید الطافت پیدا ہوتی ہے اور ان میں علوم وصنائع سے شغف پیدا ہوتا ہے"۔

اسی اصول کے بموجب اسلامی عہد میں جو شہر تمدنی حیثیت سے کمال کے درجہ پہونچے وہ تعلیم سے مرکز بھی قرار پائے چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں مبینہ منورہ کو قدرۃ "مدینۃ العلم" کا لقب حاصل تھا پھر قوفہ بصرہ کو یہ امتیازی حاصل ہوا، اس کے بعد بغداد اور نیشاپور مشرق میں اور قیروان اور قرطبہ مغرب میں علم کے شہر قرار پائے اور اسلام کے ابتدائی زمانہ میں ان ہی شہروں کو تعلیمی مرکز کی حیثیت حاصل رہی چنانچہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ۔

"بغداد، قرطبہ، قیرون بصرہ اور کوفہ کو دیکھو کہ جب یہاں اسلام کے ابتدائی زمانہ میں تمدن پھیلا اور عمرانی ترقی کمال کے درجہ پر پہنچ گئی تو یہاں علم کا سمندر جوش مارنے لگا اور یہاں کے باشندے تعلیمی اصطلاحات اور مسائل کے استنباط میں تفقن طبع دکھانے لگے لیکن جب یہاں کے تمدن کو زوال آیا تو یہاں کے باشندوں میں ابتری پیدا ہوئی تو وہ بساط الٹ گئی اور علم اور تعلیم مفقود ہو کر یہاں سے دوسرے شہروں میں منتقل ہو گیا"۔[37] اس کے بعد جن اسلامی شہروں کو سیاسی حیثیت سے بلندی حاصل ہوئی اور ان کی تمدنی ترقی کا دور آیا وہی شہر تعلیم کے مرکز بھی قرار پائے ابن خلدون لکھتے ہیں کہ: "جب بغداد، بصرہ اور کوفہ جیسی علم کی کانیں مٹ گئیں تو ان سے بڑے بڑے شہر پیدا ہوگئے اور علم کا مرکز وہاں سے عراق عجم میں منتقل ہو کر خراسان وماوراء النہر میں قائم ہو گیا اور پھر قاہرہ میں منتقل ہوا اور چونکہ قاہرہ کی تمدنی حیثیت مسلسل قائم رہی، اس لیے یہاں علم کا مرکز بھی ہر زمانہ میں موجود رہا، یہاں تک کہ جو لڑکے علم حاصل کرنے کے لیے مغرب سے مشرق جاتے ہیں، وسمجھتے ہیں کہ اہل مشرق کی عقل وزہانت اہل مغرب سے زیادہ ہوتی ہے اور وہ، فطری طور پر ان سے زیادہ عقلمند اور تیز ہوتے ہیں"۔ اس طریقہ سے وہ مغرب اور مشرق کے باشندوں کی انسانی خصوصیتوں میں فرق سمجھنے لگے اگرچہ یہ واقع میں نہیں ہے۔ مشرق اور مغرب کی اقلیتوں میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ اہل مشرق تمدن کی ترقیوں کی وجہ سے اور مسلسل مشق جاری رہنے سے اہل مغرب سے بڑھ گئے ہیں اور ان کی تمام عقلی ترقیوں کا تحقیقی سبب صرف اس قدر ہے۔[38] ایک دوسرے مقام پر انہوں نے اپنے زمانہ یعنی آٹھویں صدی کے تعلیمی مرکزوں پر نظر ڈالی ہے جس سے اس عہد میں مختلف ملکوں کی تعلیمی حالت کا اندازہ ہوتا ہے، ابن خلدون لکھتے ہیں کہ:

اس زمانہ میں مغرب کے تمدن میں اختلال اور یہاں کی حکومتوں میں ابتری پیدا ہونے کی وجہ سے یہاں سے تعلیمی اعتماد اور مرکزیت فنا ہونے والی ہے، قیران اور قرطبہ، مغرب اور اُندلس میں سب سے متمدن شہر تھے، انہیں پوری تمدنی ترقی حاصل ہوئی، اس لیے یہاں ہر قسم کے علوم اور پیشوں سے بازار گرم تھے اور ان کے سمندر جوش مار رہے تھے اور ایک زمانہ گزرنے سے یہاں تعلیم لوگوں کی طبیعتوں میں راسخ ہو گئی تھی، جب یہ دونوں مرکز برباد ہو گئے تو مغرب سے تعلیم بھی رخصت ہو گئی صرف کسی قدر نام ونشان باقی رہ گیا چنانچہ مراکش میں دولت موحدیہ کے عہد میں یہاں کی پچھلی تعلیمی ترقیوں کے اثر سے کچھ نشانات پائے گئے لیکن حکومت کے ابتدائی زمانہ کے ہونے اور اس کے جلد ختم ہو جانے کی وجہ سے یہاں حضارت راسخ نہ ہو سکی تھی البتہ مشرق سے چند اہل علم علوم حاصل کر کے لوٹے اور ان کے ذریعہ سے تونس، تلمسان اور بجایہ میں علم کی روشنی پہنچی

لیکن مغرب کے دوسرے حصے جیسے فاس وغیرہ تعلیم کی خوبی سے اس وقت سے خالی ہو گئے جب سے قرطبہ اور قیر اون کے تمدن کو زوال آیا اور ان باشندوں کی ذہنی ترقی کا موقع باقی نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل مغرب کے مدرسوں میں جو علوم ۱۶ سال میں لڑکوں کو ختم کرائے جاتے ہیں، وہ تونس میں صرف پانچ برس کی مدت میں پڑھا دیتے جاتے ہیں۔

اسی طرح اہل اندلس بھی رسم تعلیم سے بیگانہ ہو چکے ہیں، دو سو سالوں سے وہاں مسلمانوں میں جو تمدنی ابتری پھیلی ہے، اس کی وجہ سے علم کی طرف سے ان کی رغبت جاتی رہی ہے، اب ان میں صرف کسی قدر عربیت اور ادب کا ذوق پایا جاتا ہے، ورنہ فقہ کا صرف نام باقی رہ گیا ہے اور عقلی علوم تو بالکل مفقود ہو چکے ہیں کیوں کہ دشمن اندلس کے صرف تھوڑے سے ساحلی حصہ کو چھوڑ کر پورے ملک پر قابض ہو چکے ہیں اس لیے جو مسلمان وہاں موجود ہیں، ان کی توجہ زیادہ تر معاش کے حصول پر مبذول رہتی ہے جس کی وجہ سے انہیں کسی دوسری طرف توجہ کرنے کا موقع نہیں ملتا ہے۔[39] علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ، پھر مشرق کے حال میں لکھتے ہیں: "مشرق میں اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ علم اور تعلیم کا مرکز قاہرہ بنا ہوا ہے، کیوں کہ اس کی تمدنی حیثیت ہزاروں سال سے قائم ہے، اس لیے یہاں کی طبیعتوں میں صنائع پورے طور سے راسخ ہو چکے ہیں اور ان ہی میں پیشہ تعلیم بھی ہے، خصوصاً پچھلی دو صدیوں سے ترکوں کی دولت صلاح ایوبیہ کے زمانہ میں تعلیمی حیثیت سے کمال کے درجہ پر پہونچ گیا ہے۔[40] اسی زمانہ میں ہندوستان میں بھی دہلی علم و تعلیم کے مرکز کی حیثیت سے روشناس تھا چنانچہ قلقشندی نے آٹھویں صدی کے ہندوستان کے ذکر میں دکھایا ہے کہ صرف دلّی میں ایک ہزار مدرسے قائم تھے۔[41]

اس کے بعد دورِ حاضر سے کچھ پہلے تک عالم اسلامی میں تعلیم کے دو مرکز رہے، ایک مصر میں قاہرہ اور دوسرے ترکی میں قسطنطنیہ اور دولت عثمانیہ کو اولیت کا یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اسلامی نظام تعلیم کو جدید شاہراہ پر لائی اور نئی اصلاحیں رائج کر کے نئے طریقوں پر مدرسوں کا نظام قائم کیا اور یونیورسٹی کے طرز پر مدرسوں کو ایک دوسرے سے وابستہ کیا۔

عہد اسلامی کے ان مختلف دوروں میں تعلیم کے جو اہم مرکز رہے، ان میں وہاں کے ممتاز اساتذہ کو اہمیت حاصل رہی، ان ہی کا تنہا وجود اس شہر میں خود مستقل یونیورسٹی تھا اور جس طرح اس زمانہ میں یونیورسٹیوں کی ڈگریاں وقعت رکھتی ہیں، اس زمانہ میں ان اساتذہ کی شاگردی کی سند وقعت رکھتی تھی کسی کے لیے یہ فخر کا باعث نہ تھا کہ مثلاً وہ مدرسہ نظامیہ یا مستنصریہ کا سند یافتہ ہے بلکہ یہ باعث امتیاز تھا کہ فلاں شیخ سے اسے تلمذ کا شرف حاصل ہے اور جن شہروں میں ایسے مستند اساتذہ کا وجود قائم رہا، اس وقت تک ان شہروں کی تعلیمی مرکزیت برقرار رہی۔ ان میں سے ہر شہر میں سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں اہل کمال ہوتے تھے اور ان کے وجود سے علم و تعلیم کا سلسلہ قائم رہتا تھا۔

مسلم بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

"میں نے آٹھ سو شیوخ سے حدیث لکھی مگر مجھے (بغداد کے) پل کو (جو دجلہ پر تھا) عبور نہیں کرنا پڑا"۔[42] اسی طرح خلیفہ المقتدر باللہ نے ۳۱۹ھ میں ایک سلسلہ میں شہر کے طبیبوں کو شمار کرایا تو ان کی تعداد آٹھ سو ساٹھ (۸۲۰) سے زیادہ نکلی جن میں وہ ماہرین فن شامل نہ تھے، جنہیں شہرت عام حاصل تھی اور جن کی حذاقت اور کمال فن پر عام اتفاق تھا۔[43]

نضر بن شمیل رحمۃ اللہ علیہ بصرہ سے روانہ ہوئے تو تقریباً تین ہزار صرف اہل علم نے ان کی مشایعت کی۔[44]

اسکول اور رہائش کا نظام درس گاہ کی عمارتیں:

اسلامی نظام تعلیم کے پہلے اور دوسرے دوروں میں تعلیم مسجدوں کے صحنوں، میناروں کے سایوں، خانقاہوں کے حجروں اور علماء کے مکانوں میں جاری رہی اس زمانہ میں اگر تعلیم گاہ کے لیے عمارت کی ضرورت پڑی تو درس گاہ کی شکل کی عمارت کے بجائے نئی مسجد ہی تعمیر کی گئی، ابن حوقل سسلی کے حال میں لکھتا ہے:

"ان دس مسجدوں میں جس کا میں نے تذکرہ کیا، ایک مسجد ابو محمد قفصی کی ہے جس میں وہ نماز پڑھتے ہیں اور اس کے پہلو میں بیس قدم پر ایک دوسری مسجد ہے جس کو انہوں نے اپنے لڑکے کی تعلیم گاہ کے طور پر تعمیر کرایا ہے۔[45] چوتھی صدی کے اخیر میں درس گاہوں کے لیے مستقل عمارت بنانے کی ابتدا ہوئی اور اسے اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ ایک ہی صدی میں تمام اسلامی دنیا میں اس کا عام رواج ہو گیا اور مدرسوں پر بڑی بڑی جائیدادیں وقف کی گئیں اور اسلامی تمدن نے ان کے لیے ہر قسم کے سامان مہیا کر دیئے اور ان کے بناو قیام اور ان میں درس و تدریس کے لیے مفصّل نظام عمل تیار ہو گیا۔[46]

صُفّہ نظام کا تعلیم کا تقابلی مطالعہ تاریخ کے آئینے میں:

نام مدرسہ	تاریخ	بانی معلم	مضامین جو پڑھائے جاتے تھے دیگر تفصیل
قدیم عراقی مدرسے	تین یا چار (3-4) ہزار سال قبل از مسیح بنائے گئے	نامعلوم	جن میں خوشخطی لکھنا سکھایا جاتا تھا۔ اور یہ ڈپلومہ (corce) چھ یا آٹھ (6-8) سال کا ہوتا تھا۔
قدیم مصری مدرسے	تین یا چار (3-4) ہزار سال قبل از مسیح بنائے گئے	نامعلوم	جن میں خوشخطی لکھنا سکھایا جاتا تھا۔ اور یہ ڈپلومہ (corce) چھ یا آٹھ (6-8) سال کا ہوتا تھا۔

قدیم عبرانی مدرسے	قدیم ادوار	نامعلوم	امیر اور غریب بچوں کے لیے تعلیم کا انتظام تھا۔
قدیم چینی مدرسے	(500) پانچ سو سال قبل از مسیح بنائے گئے	کنفیوشس	ہر دیہات اور شہر میں اسکول ہوتا تھا۔
قدیم ہندوستانی مدرسے (پریشاد)	دو سو (200)سال قبل از مسیح بنائے گئے	نامعلوم	صرف برہمن پریشاد نامی مدرسوں میں بارہ (12) سال کی عمر تک تعلیم حاصل کرتے تھے۔ ریاضی، فلکیات، شعر وشاعری اور فلسفہ جیسے مضامین پڑھائے جاتے۔
قدیم یونانی مدرسے		سقراط(Socrates)	(Athens)شہر علم کا گہوارہ تھا۔ تعلیمی نصاب میں کھیلوں کو بڑی اہمیت حاصل تھی ۔ نیز جسمانی تربیت یونانی ہیروز اور دیوتاؤں کا علم موسیقی، شعر وشاعری آرٹ، ریاضی، خوشخطی جیسے مضامین پڑھائے جاتے۔
افلاطون کی اکیڈمی	تین سو (300)سال قبل از مسیح بنائے گئے	افلاطون(Plato)	افلاطون نے سقراط کے مکالمے محفوظ کر لیے۔
ارسطو کی لائسیم(Lyceum)	تین سو (300)سال قبل از مسیح بنائے گئے	ارسطو(Aristotie)	ارسطو اور افلاطون کے تعلیمی اداروں میں فلسفہ ریاضی، موسیقی، لسانیات اور ادب پڑھایا جاتا تھا۔
خطابت کے لیے مخصوص مدرسے قائم کیئے گئے	(300) تین سو سال قبل از مسیح بنائے گئے	ارسطو افلاطون	یہاں طلباء کو فن خطابت سکھائی جاتی، فلسفہ لٹریچر پڑھایا جاتا تھا۔" سیاست "میں آنے کے لیے اُمراء اپنے بچوں کو

			قانون، خطابت اور فلسفہ کی تعلیم دلواتے۔
(الف) قدیم رومی مدرسے (Ludus)نیز (ب) گرائمر اسکول (Grammar Schools)		رومیوں نے قائم کیے	املاء اور ریاضی جیسے مضامین شامل نصاب تھے ۔ طلباء ریاضی کی مشقوں کے لیے اور جمع تفریق کے لیے اپنے پاس کنکر رکھتے تھے ۔ طلباء کو جسمانی سزائیں بھی دی جاتی تھیں۔ نیز یہ سیکنڈری سکول تھے ۔ یونانی زبان کی تعلیم، لاطینی گرائمر اور لاطینی لٹریچر پڑھایا جاتا۔ فلاسفہ تاریخ :شعر وشاعری اور جغرافیہ بھی پڑھایا جاتا۔
کیتھڈرل اسکول		وسطی عیسائی مشنری	قرون وسطی میں عیسائی مشنری نے یہ سکول قائم کئے۔
شارلیمان کا مدرسہ		فرانس کا بادشاہ(شارلیمان)	شارلیمان نے اپنے محل میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس نے ہر دیہات میں مدرسے کھلوائے ۔ اسی دور میں معلم اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ دنیا میں جلوہ افروز ہوتے ہیں۔
(Melanchthon) کا مدرسہ (جرمنی)	پندرہ یا سولہ(16۔15)صدی	(Me Lanchthon) (1497.1560)	بائیبل پڑھائی جاتی تھی

چودہ (14) پرائمری (Melanchthon) (جرمنی)	1559	رومن کیتھولیک چرچ نے قائم کئے	ہر دیہات میں ایسے سکول قائم ہوئے ۔ نیدر لینڈ اور سکاٹ لینڈ میں بھی ایسے مدرسے قائم ہوئے۔
پندرہ(15) Dameاسکول انگلینڈ	سولہ(16)صدی		خواتین خانہ باورچی خانہ میں بچوں کو معمول فیس لے کر پڑھاتی تھیں۔
سولہ (16) ایلیمنڑی لیٹن گرائمر اسکول	1647ء		امریکہ کی ریاست Massachusettsمیں پچاس (50) خاندانوں کے لیے ایسے سکول کھولے گئے۔ ایسے سکولوں میں ایک استاد ہوتا تھا۔ (1947) اُنیس سو سینتالیس کا مریکہ کی مندرجہ بالا ریاست میں سو (100) خاندانوں کے لیے ایسے سکول کھولے گئے۔ ان سکولوں میں جغرافیہ تاریخ ، معاشیات ریاضی اور جدید زبانیں پڑھائی جاتی تھیں مثلا فرانسیسی اور اطالوی زبانیں۔ اس کے علاوہ دو اور مضامین بھی پڑھائے جاتے ۔ (2) Suryeying(1) Shorthand
Pestalozzi17 نامی مدرسہ	18/19صدی	Heinrich Pestalozzi	اس نے اپنے مدرسوں میں کھیل کود اور دیگر دلچسپ

		1746-1827	ذرائع سے بچوں کو تعلیم دینے کا آغاز کیا۔
Realgymasium18نامی مدرسہ	18صدی		یہ مدرسے جرمنی میں شروع ہوئے۔ ان مدرسوں میں سائنسی علوم پڑھائے جاتے تھے۔
اکیڈمیAcademy	1750ء	بینجامین فرینکلن	امریکی صدر Datarin rearishنے اکیڈمی کے نام سے مدرسہ قائم کیا۔ اس نے طلباء کے لیے اپنی مادری (قومی)زبان میں تعلیم کو پسند کیا۔ علاوہ ازیں نیچرل سالمیز میکانکس ڈرامینگ ،جدید تاریخ اور دیگر ممالک کے بارے میں معلومات جیسے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔
(Common school) امریکہ	18/19صدی	امریکہ کے مفکر Daniel Webster	اسکول میں جو کتب نصاب کا حصہ تھیں ان میں شجاعت، محنت، کفایت شعاری اور دیانت داری کی تعلیم دی جاتی تھی۔
کنڈرگارٹن Kindergarten	1873	فریڈرک فربل	جرمن ماہر تعلیم Friedrich Froebel (1782-1852)نے کنڈرگارٹن مدرسے کا تصور پیش کیا۔ کھلونوں اور گیتوں کے ذریعے اور کھیل کود کے

			ذریعے ان بچوں کو تعلیم دینے کا تصور دیا۔
چینی اسکول	1900 کے بعد		روائتی چینی اسکول مغربی طرز پر قائم ہوئے۔
لاطینی امریکہ کے مدرسہ	دورِ جدید		ان مدرسوں میں Spanish پڑھائی جاتی ہے۔
فلپائن کے مدرسہ	دورِ جدید		Philippinesمیں (80)اَسّی مقامی بولیاں مستعمل ہیں لہذا انگریزی کے علاوہ ان کی سرکاری زبان Tagalog پڑھائی جاتی ہے
اسرائیل کے مدرسہ	دورِ جدید		اسرائیل میں(200) زبانیں بولی جاتی ہیں لہذا سرکاری زبان عبرانی (Hebrew) سکولوں میں پڑھائی جاتی ہے۔
Progressive School	بعد از 1950ء	John Dewey 1852-1952	اس معلم نے امریکہ میں ایسے اسکولوں کا تصور پیش کیا جہاں طلباء سبق پڑھنے کی بجائے کام کاج کر کے تعلیم حاصل کریں۔
Open Schools	1960		امریکہ میں اس نظام کے ذریعے سے گروپس کی شکل میں طلباء کوئی اساتذہ تعلیم دیتے ہیں۔
Magnet School	1960		ایسے مدرسوں میں آرٹس یا سائنس کے مضامین پڑھائے جاتے ہیں۔[47]

حضور ﷺ کے تدریس کے رہنماں اُصول: حضور ﷺ کے مؤثر تدریس کے لیے جو رہنما اُصول ہمیں سیر و احادیث کی کُتب سے ملے ہیں ان کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔ دور جدید کے اساتذہ کرام حضور اکرم ﷺ کے طریقہ تعلیم و تدریس سے فائدہ اٹھا کر تعلیمی عمل کو مؤثر اور بامقصد بناسکتے ہیں۔(1)۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمی تحریک کا آغاز حمد رب جلیل سے کیا۔ خطابت یادعوت دین حق کو ایک مذہبی فریضہ قرار دیا یہ ادب واحترام قلبِ انسانی پر گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔(2)۔ معلم کے لیے اچھی باوقار اور بلند آواز ضروری ہے۔ آپ کی آواز وہاں تک پہنچتی تھی جہاں کسی اور کی آواز نہیں پہنچتی تھی۔

(3) ۔ آپ ﷺ نے جامع محمدہ اور سہل اندازِ گفتگو اختیار فرمایا۔

(4)۔ حضور ﷺ نے ہمیشہ فصاحت وبلاغت، سلامت وروانی، شائستگی سے کام لیا۔

(5)۔ محمد ﷺ کے طریقہ تدریس کی ایک خوبی اختصار پسندی بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ خطبات مبارکہ مختصر اور جامع ہوتے۔ آپ ﷺ طوالت کو ناپسند فرماتے۔

(6)۔ آپ ﷺ کے خطبات مبارکہ میں رقت انگیزی اور اثر انگیزی ہوتی۔

(7)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تعلیم کے دوران کوئی ہلکی پھلکی بات سے دولچسپی کو زندہ رکھتے۔

(8)۔ رسول اللہ ﷺ سامع اور مخاطب کے معیار کا خیال رکھتے۔ آپ ﷺ بدوی، شہری، قاری، امی، وغیرہ سے ان کے معیار کے مطابق گفتگو فرماتے۔ اپنی گفتگو مبارک کو عمدہ مثالوں اور روز مرہ کے مشاہدات سے سجاتے۔

(9)۔ آپ ﷺ سامع کی سہولت کے لیے سادہ اور مانوس لہجہ استعمال فرماتے۔

(10)۔ جب آپ ﷺ تلامذہ سے خطاب فرماتے تو انہیں آدابِ زندگی سے روشناس فرماتے۔ دوران تدریس لطیف ترین اور نرم ترین انداز اختیار فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ کے کلام میں عاجزی اور انکساری ہوتی۔ چنانچہ بطور معلم آپ ﷺ کی بڑی خصوصیت محمد ﷺ کی تواضع اور انکسار تھا۔

(11)۔ آپ ﷺ مخاطب کی بولی اور ان کے لہجے میں گفتگو فرماتے۔ آج نظام تعلیم میں یہ متنازع مسئلہ ہے کہ تعلیم کس زبان میں ہونی چاہیے ؟ یہ درست ہے کہ دوسری اقوام کی زبانیں سیکھنا بہت مفید ہے اور بعض علوم کو ان زبانوں میں حاصل کرنا بھی مناسب ہے لیکن بنیادی تعلیم اس زبان میں ہونی چاہیے جس میں مخاطب زیادہ بہتر طریقے پر سمجھ سکتا ہو۔ عرب اگرچہ عربی زبان ہی بولتے تھے لیکن ان کے مختلف قبائل اور علاقوں میں لہجوں (**Dialects**) کا اختلاف پایا جاتا تھا۔ اور جب رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کرنے کے لئے مختلف قبائل اور افراد کے لوگ آتے تو آپ ﷺ اُن سے اُن کے لہجے میں گفتگو فرماتے، خطیب بغدادی نے اپنی سند سے عاصم الاشعری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا۔ اس سے مخاطب میں اپنائیت پیدا ہو جاتی ہے۔

(12)۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر بات کرتے تاکہ سامع پوری طرح مستفید ہو اور اگر ضرورت پڑتی تو آپ ﷺ بات کو دہراتے تاکہ سمجھنے میں کمی نہ رہ جائے۔

(13)۔ رسول اللہ ﷺ جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے تاکہ اسے ٹھیک طرح سمجھ لیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ بات کرتے اور اگر کوئی گننے والا گنتی کرے تو شمار کر سکے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو تین مرتبہ دہراتے۔

(14)۔ آپ ﷺ تلامذہ میں تجسس اُبھارنے کے لیے سوال کرتے یا ادھوری بات کہہ کر متوجہ کراتے تاکہ لیکچر میں دلچسپی برقرار رہے مثلاً:

(الف) ۔سب سے بڑائی کون ہے؟

(ب)۔ تجسس کے لیے تین بار فرماتے: ہلاک ہوا، ہلاک ہوا، ہلاک ہوا۔۔۔۔۔۔

(ج)۔ بہادر وہ ہے جو۔۔۔۔۔

(15)۔ آپ ﷺ نے بطور معلم صبر و قناعت کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ بے لوث خدمت کی اور بحیثیت معلم کفار کے ہر ظلم اور زیادتی کو برداشت کیا۔

(16)۔ آپ ﷺ کا خطبہ نہایت سادہ ہوتا، خطبہ دیتے وقت رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں عصا (لاٹھی) ہوتا تھا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"حمل الْعَصَا عَلَامَةُ الْمُؤْمِنِ وَسُنَّةُ الأَنْبِيَاءِ"

(لاٹھی اٹھانا مومن کی نشانی اور انبیاء علیہ السلام رضوان اللہ علیہم اجمعین، کی سنت ہے۔)[48]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کمان پر ٹیک لگا کر خطبہ دیتے۔ اکثر کھڑے ہو کر خطاب فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فی البدیہہ ہوتا۔ کلام کو موثر بنانے کے لیے سوالیہ انداز اختیار فرماتے۔ اور دوران خطابت و تدریس جوش بیان کا یہ عالم ہوتا کہ آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ آواز میں جوش ہوتا۔ انگلیاں اٹھتی جاتی تھیں گویا کسی فوج کو جنگ کے لیے ابھار رہے ہوں۔ جوش بیان میں جسد مبارک جھوم جھوم جاتا تھا۔ لباس کی وضع قطع اور ہاتھوں کو حرکت دینے سے پٹھوں کے چیخنے کی آواز آتی تھی۔ کبھی مٹھی بند کر لیتے کبھی کھول دیتے تھے۔[49]

حضور ﷺ دوران تدریس اپنا شاندار کردار روشن ماضی اور اصول حق پرستی کی امداد بھی لیتے تھے مثال کے طور پر "اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک فوج تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم مان لوگے"؟[50]

الغرض معلم اعظم دوران تدریس اعضاء وجوارح کی حرکات وسکنات اشارات وکنایات ایجاز واطناب تقدیم وتاخیر تکرار وتاکید، ترغیب وتربیت تبشیر وتہدید اور انداز واستفہام کے تمام اسلوب استعمال فرماتے تھے۔ آپ ﷺ عظیم ترین قادر الکلام معلم تھے۔ اگر پاکستان کے معلمین معلم اعظم ﷺ کے ان تدریسی اصولوں پر عمل پیرا ہوں تو وہ حضور ﷺ کی تعلیمی تحریک کی داعیانہ خصوصیات اپنے اندر پیدا کر کے ایک کامیاب ترین معلم بن سکتے ہیں۔

مکتب بطور دانشگاہ:

مکتب کے لغوی معنی لکھنے کی جگہ، مگر عام اصطلاح میں مکتب سے مراد وہ جگہ یا مکان ہے جہاں بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا ہے۔ اس کے ہم معنی دوسرا لفظ مدرسہ ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں پڑھنے کی جگہ۔ مکتب اور مدرسہ کے الفاظ تقریباً ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مکتب کے لفظ کا اطلاق تمام تعلیمی اداروں اور درس گاہوں پر ہوتا ہے چاہے وہ ابتدائی مدارس ہوں یا سکول یا کالج یا یونیورسٹی سب اس میں شامل ہیں۔ تعلیم ایک عبادت ہے اس کے حصول کی جگہ یعنی درس گاہ واجب الاحترام ہے۔ اسلام ایک علمی اور عملی مذہب ہے۔ اس لئے اپنے ماننے والوں کو علم حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ آخرت میں اہل علم کو بڑے بڑے انعامات عطا کرنے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ انحضور ﷺ نے علم کو ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ حقوق اللہ کی حفاظت ہوسکتی ہے اور نہ حقوق العباد کی ادائیگی۔ [51]

اسلام میں علم کا تصور:

علم کا مفہوم:

علم عربی زبان کا لفظ ہے، جس کے لفظی معنی واقف ہونا، جاننا، سمجھنا، کسی چیز کے متعلق دل میں یقین ہو جانا، اعتقاد وغیرہ کے ہیں۔ [52]

علم کا ضد جہل (نادانی یا بے علمی) ہے۔

اصطلاح شریعت:

میں علم اس معلومات کو کہا جاتا ہے جو پانچ حواس سے حاصل ہوتی ہے۔ یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے سے جو معلومات حاصل ہو، اسے علم کہا جاتا ہے۔

علم ایک ایسی انسانی صفت ہے جس کے ذریعے کسی چیز کے بارے میں واقفیت اور ادراک حاصل ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے علم ایک ذہنی عمل ہے، جس کے ذریعے انسان میں صحیح وغلط، نفع ونقصان، حق وباطل، نیکی وبدی کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ علم ایک ایسی قوت ہے جو انسان میں ہمت، حوصلہ، مردانگی، بہادری اور مزاحمتی شعور پیدا کرتی

ہے۔علم ہی ہے جس کے ذریعے انسان معلوم چیزوں سے نامعلوم تک رسائی حاصل کرلیتا ہے۔ اور اسی کے ذریعے کچھ مفروضات بناکر حقائق تک پہنچ پاتا ہے۔

علم کا مقصد:

اسلامی نقطۂ نظر سے علم کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے، یعنی اچھے اخلاق سے خود کو سنوارنا، دوسروں کو اس کی تعلیم دینا، اپنے علم کی روشنی سے جہالت اور نادانی کے اندھیروں کو ہٹانا، بے علم لوگوں کو تعلیم دینا، سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سیدھی راہ دکھانا، حق کو پھیلانا اور باطل کو مٹانا۔ مطلب یہ کہ ہر ایسا علمی قدم اٹھانا جس سے انسانیت کو فائدہ پہنچے ،اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ علم کا یہ مقصد اس لیے ہے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی اور اپنی رضا حاصل کرنا بتایا ہے: اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے،" وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ"۔(اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں)[53]۔

اسلام میں علم کی اہمیت:

اسلامی نقطۂ نظر سے اللہ تعالیٰ معلم (استاد) ہے اور اس کے تمام انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی معلم تھے اور ساری مخلوق پر انسان کو جو فضیلت اور برتری ملی ہے اس کا اصل راز بھی علم ہے۔

ارتقائی نظریے کے پیروکار پہلے انسان کو جاہل سمجھتے ہیں، ان کے خیال کے مطابق انسان جہالت سے علم کی روشنی کی طرف آیا ہے، لیکن قرآنی نقطۂ نظر سے پہلا انسان عالم تھا، اس کی علمی فضیلت کی بنا پر ہی اللہ تعالیٰ نے اسے فرشتوں سے سجدہ کرایا تھا، چنانچہ کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَٰؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ، قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ"(اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام (چیزوں کے) نام (اور کام) سکھائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ، انہوں نے کہا، تو پاک ہے۔ جتنا علم تو نے ہمیں بخشا ہے، اس کے سوا ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ بے شک تو دانا (اور) حکمت والا ہے)"[54]

فرشتے تو چیزوں کے ناموں سے ناواقف تھے، لیکن جیسا کہ آدم علیہ السلام کو ان کا علم تھا اور اللہ تعالیٰ کے پوچھنے پر آدم علیہ السلام نے چیزوں کے نام، ان کی صفات اور کام بتائے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا:"

اسْجُدُوا لِآدَمَ"(آدم کو سجدہ کرو)۔[55]

اس سے واضح ہے کہ انسان کی فضیلت اور برتری کا اصل راز علم ہی ہے۔ جس کی وجہ سے اسے فرشتوں جیسی عالیشان مخلوق سے سجدہ کرواکر اشرف المخلوقات کے شرف سے نوازا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے معلم ہونے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:"الرَّحْمَٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْآنَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ" ((اللہ جو) نہایت مہربان ہے اسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اسی نے اس کو بولنا سکھایا)۔[56]

اسلام کی نظر میں علم کی کیا اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس وقت لوگ لکھنے پڑھنے کو عیب سمجھتے تھے۔ اور لکھنا پڑھنے کو غلاموں کا کام سمجھتے تھے، اسی وقت نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ نہ صرف اتنا بلکہ لکھنے پڑھنے میں استعمال ہونے والے آلات کی اہمیت کو بھی بیان کیا گیا ہے:

"اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ، خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ، الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ، عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ"((اے محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو، جس نے (عالم کو) پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا۔ اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا)۔[57]

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے منصبی فرائض کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ"۔(وہی تو ہے جس نے ان پڑھوں میں ان ہی میں سے (محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) کو پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں۔ اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے)۔[58]

اہل علم اور بے علم لوگوں کے درمیان فرق والی لکیر کھینچتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ"(کہو بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں اور) نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو عقلمند ہیں)۔[59]

اہل علم کے مراتب کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ"

(جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطاء کیا گیا ہے اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔ اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے واقف ہے)۔[60]

نبی کریم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اگرچہ پوری کائنات میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو علم میں اضافے کی دعا سکھائی۔

"و قل رب زدنی علما۔"(اور کہو اے میرے پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما)۔[61]

تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں علم کی فضیلت واہمیت:

علم کی فضیلت واہمیت کے بارے میں آپ ﷺ سے بہت زیادہ روایتیں نقل کی گئی ہیں، ان میں سے چند ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:۔

1۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع "(جو شخص علم کی طلب میں گھر سے نکلا وہ جب تک واپس آجائے ،اللہ کے راستے میں ہے)۔[62]

2۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

" من سلک طریقاً یلتمس فیه علما سهل الله له طریقاً الی الجنة"(جو شخص علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے)۔[63]

3۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"حضور اکرم ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا، جن میں سے ایک عابد اور دوسرا عالم تھا، یعنی آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ان میں سے بہتر کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ شخص پر، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے، آسمان والے، زمین والے یہاں تک کہ چونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں بھی اس شخص کے لیے دعائیں مانگتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی کی باتیں سکھاتا ہے"[64]

4۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک دفعہ رسول اللہ ؐ کا گزر دو مجلسوں سے ہوا، جو مسجد میں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: دونوں مجلسیں اچھی ہیں، لیکن ان میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے، ان میں سے ایک عبادت میں مصروف ہے، جو اللہ سے دعا مانگ رہی ہے، اور اپنی رغبت کا اظہار کر رہی ہے، اگر اللہ چاہے تو انہیں عطا کرے اور اگر چاہے تو نہ دے، لیکن یہ دوسرے لوگ جو عالم ہیں، جو فقہ حاصل کرتے ہیں، اور جاہلوں کو سکھاتے ہیں، وہ ان سے بہتر ہیں اور مجھے بھی استاد بنا کر بھیجا گیا ہے، پھر آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔[65]

"حضور ﷺ نے نہ صرف علم کی فضیلت بتائی اور اس کی ترغیب دی بلکہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض قرار دیا، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:"طلب العلم فريضة على كل مسلم "(علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے)۔[66]

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق بچوں کو علم یا ہنر سکھانا چاہیے تاکہ وہ عزت بھری روزی حاصل کر سکیں ورنہ وہ بھیک مانگیں گے یا چوری وڈاکہ زنی کریں گے۔ اور یہ دونوں چیزیں کسی اچھے سماج کی علامت نہیں۔[67]

تعلیم کے شعبہ میں اُسوۂ رسول ﷺ پر ایک جائزہ۔

تعلیم وتزکیہ براہ راست رسالت کا حصہ ہے۔ قرآن حکیم نے حضور صلی علیہ وسلم کے فرائضِ منصبی کے ضمن میں تعلیمِ قرآن وحکمت اور تزکیہ نفوس کو نمایاں طور سے ذکر فرمایا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو معلمِ علم قرار دیا، اور حسن اخلاق کی تکمیل کو اپنے مقصد بعثت کا لازمی جز بیان فرمایا لیکن نظام تعلیم کے مختلف پہلوؤں کی جزئیات کو اُسوہ مبارکہ میں تلاش کرنا مناسب نہیں مثلاً، اسکول کالج کی عمارت کیسی ہو؟ ہوسٹل کا نقشہ کیا ہو؟ چاک بورڈ کا رنگ کیا ہو؟ ان تمام امور کو تعلیمی پروگرام کے سلسلے میں غیر متعلق یا غیر اہم قرار نہیں دیا جا سکتا لیکن ان میں سے کسی کے متعلق اگر اُسوہ رسول ﷺ سے کوئی نظیر نہ مل سکے۔ تو جدید تحقیقات سے اخذ واستفادہ اور مزید تحقیقات کے لئے عزم وارادہ کی راہ ہر وقت کھلی ہے۔ دوسری طرف اُسوہ رسول ﷺ کے متعلق یہ بات ہمیشہ ذہن میں رہنی چاہیے کہ اپنے منصوب کے اعتبار سے رسول ﷺ کا مشن انسانی زندگی کے اخلاقی پہلو سے متعلق ہوتا ہے۔ جس کا موضوع بنیادی طور سے یہ ہے کہ انسان کے لیے اپنے خالق اور دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات کے سلسلہ میں کون سا رویہ درست ہے۔ بلاشبہ انسانی زندگی کے تمام شعبوں مثلاً، تجارت، زراعت، صنعت، وحرفت، سیاست، معیشت، اور معاشرت میں رویے کے صحیح یا غلط کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور اِسی حد تک زندگی کے تمام شعبے منصبِ رسالت کی حدود میں شامل ہیں لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ان شعبوں کا فنی اور تکنیکی پہلو نبی ﷺ کے منصب کا حصہ نہیں بلکہ ان میں انسانی روابط کے آداب واخلاق- قواعد وضوابط منصبِ نبوت کا موضوع ہوتے ہیں۔ کھجوروں کی پیوند کاری کا مشہور واقعہ اس کی ایک واضح مثال ہے کہ۔

"حَدَّثَنَا عَفَّانُ، قَالَ: حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا ثَابِتٌ، عَنْ أَنَسٍ، وَهِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ أَصْوَاتًا، فَقَالَ: " مَا هَذِهِ الْأَصْوَاتُ؟ " قَالُوا: النَّخْلُ يُؤَبِّرُونَهُ يَا رَسُولَ اللهِ، فَقَالَ: "لَوْ لَمْ يَفْعَلُوا لَصَلُحَ "، فَلَمْ يُؤَبِّرُوا عَامَئِذٍ، فَصَارَ شِيصًا، فَذَكَرُوا ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: " إِذَا كَانَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دُنْيَاكُمْ فَشَأْنُكُمْ بِهِ، وَإِذَا كَانَ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ دِينِكُمْ فَإِلَيَّ" ۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ آوازیں سنیں فرمایا:"یہ کیسی آوازیں ہیں"؟ صحابہ نے جواب دیا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگ کھجوروں کی پیوند کاری کر رہے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"اگر یہ لوگ ایسا نہ کریں تو بہتر ہے"۔ تو اس سال لوگوں نے کھجور کی پیوند کاری نہیں کی، جس کی وجہ سے اس سال کھجور کی فصل اچھی نہ ہوئی، تو لوگوں نے اس کا تذکرہ اللہ کے نبی ﷺ سے کیا، تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:"جب تم کو تمہاری دنیا کا کوئی معاملہ ہو تو تم اسے جس طرح چاہو انجام دو لیکن اگر تمہارے دین کا معاملہ ہو تو میری طرف رجوع کرو"۔ [68]

چنانچہ اس حدیث میں حضور ﷺ نے خود فرمادیا کہ پیوند کاری کے متعلق حضور ﷺ کی تجویز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی رائے تھی۔ اس کا تعلق تشریعی امور سے نہ تھا۔ اس طرح دوسرے شعبوں کے متعلق بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔ اور ایسے امور جن کے متعلق کوئی شرعی حکم نہ ملے انہیں مباحات کی ذیل میں رکھتے ہوئے جدید تحقیقات سے استفادہ کرنا عین ثواب ہوگا۔ اور انہیں لازماً اُسوہ رسول ﷺ ہیں یا اسوہ رسول کو ان پر فٹ کرنا مناسب نہ ہوگا۔ شعبہ تعلیم میں بھی اسی اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔

خلاصہ:

آج کے ترقی یافتہ دور میں ثانوی اور اعلیٰ ثانوی سطح کے نصاب پر نظر ڈالیں تو زمانہ رسالت مآب کے اعلیٰ تعلیمی معیار اور کسی بھی نظام تعلیم میں اس کی فکری بنیادوں کو اہم ترین حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کے نظام تعلیم کے سلسلے میں یہ بات یادرکھنی چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیشِ نظر جس معاشرہ کی اصلاح تھی اور جس کے لیے آپ ﷺ نظامِ تعلیم کو وسیلہ بنانا چاہتے تھے اس کا اصل مسئلہ اخلاقی تھا۔ معاشی نہ تھا۔ بنیادی طور یہ آپ کا نظام تعلیم بالغاں کا نظام تھا۔ اور عملاً آپ ﷺ کے طلباء ضرورتِ زمانہ کے مطابق معاشی صلاحیت سے مسلح تھے۔ لہذا انفرادی اور اجتماعی دونوں اعتبار سے ٹیکنیکل ایجوکیشن (تعلیم) اس دور کا مسئلہ نہ تھا۔

بلاشبہ کسی قوم کی کردار سازی میں معلم بڑا اہم رول ادا کرسکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے دنیا میں کئی اور مدرسے بھی قائم ہوئے مثلاً قدیم عراقی مدرسے (۳-۴ ہزار سال قبل از مسیح)، قدیم عبرانی مدرسے جناب کنفیوشس کے قائم کردہ چینی مدرسے (۵۰۰ سال قبل از مسیح) سقراط کے قائم کردہ قدیم یونانی مدرسے، افلاطون کی اکیڈمی، ارسطو کی لاشیم Lyceu) اور خطابت کے لیے مخصوص مدرسے رومیوں کے قدیم مدرسے (Ludus)، یونانیوں کے گرائمر اسکول، قرون وسطی میں عیسائی مشنری کے قائم کردہ کیتھڈرل سکول اور ۷۰۰ء میں فرانس کے بادشاہ شارلیمان کے قائم کردہ مدرسے۔(Charlamagne) تھے۔ معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فن تدریس کے رہنما خطوط کو اگر ہم سامنے رکھیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے درسگاہ صُفّہ میں دینی علوم کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم کی بھی تعلیم دی۔ آپ ﷺ کے تعلیمی اُسوہ حسنہ کی وجہ سے دنیائے ارض میں ایک فقید المثال علمی اور سائنسی انقلاب برپا ہوا۔ علماء اسلام نے دینی علوم سے شغف کے ساتھ ساتھ سائنسی علوم میں بھی بہت دلچسپی لی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی وجہ سے دینی اور اس کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم میں ترقی ہوئی۔ ہم پاکستان میں ریاست کا تعلیمی نظام۔۔۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ایک مثالی ریاست کا نظام تعلیم تشکیل دے سکتے ہیں۔ ہمیں دینی مدرسوں، انگلش میڈیم اسکولز، دیہی مدرسوں اور سائنس کے مضامین پڑھانے والے مدرسوں میں INTEGRATION کی پالیسی کو اپنانا ہوگا۔ دینی مدرسوں

کے طلباء کو سائنسی علوم سے کوئی واسطہ نہیں۔ انگلش میڈیم اسکولز کے طلباء دینی علوم سے ناواقف ہیں، سائنس کے طلباء دینی علوم سے نابلد ہیں اور دیہی مدرسوں کے طلباء اعلیٰ تعلیمی سہولیات سے محروم ہیں۔ آپ ﷺ نے نہ صرف اخلاق و تمدن کے ایسے بلند حکیمانہ اصول اور نظریے سکھائے بلکہ اپنے علم و تربیت کے صیقل سے ان میں ایسی جلا پیدا کر دی کہ دنیا ان کے اخلاقی جلووں کو دیکھ کر ششدر رہ گئی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی وہ دعا قبول ہوئی یا یہ کہیے کہ وہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو اسماعیلی نسل کے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے لیے کی گئی تھی۔ یعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم. یعنی ایسا نبی جو ان اُمتوں کو اللہ کے احکام اور اخلاق و حکمت سکھائے اور ان کو اپنی تعلیم و تربیت سے پاک و صاف کر کے نکھار دے یہ نکھارنے والا آیا اور نکھار کر پر بہار بنا گیا، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تعلیمات نبوی صلی علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں سائنسی علوم و فنون کی تعلیم اُمت مسلمہ کے لیے لازم ہے۔ آج کل کی اصطلاح میں اعلیٰ تعلیم بلکہ اختصاصی تعلیم کہا جاسکتا ہے۔ دورِ حاضر کے تعلیم بالغان کے ماہرین اور منصوبہ بندوں کو رسول اللہ ﷺ کا تحقیقی نظر سے جائزہ لینا چاہیے اور اس قیمتی سرمائے سے کماحقہ استفادہ کرنا چاہیے جس کے سبب انسان دنیا و آخرت کی فلاح حاصل کر سکے گا۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نوجوان نسل کو اپنے اخلاق کی اصلاح کی فکر کے ساتھ دوسروں کے اخلاق کی درستگی کی بھی فکر کرنے کی اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، الحمد للہ! آج اہل علم اور اہل قلم بھی تحریر اور گفتار سے ریاست مدینہ کے حوالے سے قوم کی راہنمائی فرمار ہے ہیں۔ ریاست کے تعلیمی نظام سیرتِ النبی ﷺ کی روشنی میں خدوخال کا جائزہ لے کر عصر حاضر میں بھی راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ اے اللہ! ہمیں بھی وہ دن جلد دکھا کہ جس دن ہمارا وطن عزیز پاکستان بھی اسلامی فلاحی مملکت بنے۔ آمین یارب العالمین۔

حوالہ جات

[1] : مولانا گوہر رحمن، اسلامی ریاست، ص، 22، طبع، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، تاریخ اشاعت 2010ء۔

[2] : محمد بن غزالی شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اِحیاءُ العُلوم، باب اوّل کتاب الحکم، ج، 1 / ص، 9، طبع، مکتبہ المدینہ، الکلیات ابو البقاء ایوب بن موسیٰ الحسینی الکفوی، ص، ۳۷۴، طبع، الرسالہ فاؤنڈیشن، مولانا گوہر رحمن، اسلامی ریاست، ص، 23، طبع، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، تاریخ اشاعت 2010ء۔

[3] : عبد الرحمٰن بن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص، 113، طبع البیروت، گوہر رحمن، اسلامی ریاست، ص، 23، طبع، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، تاریخ اشاعت 2010ء۔

[4] : ابو قاسم الحسین بن محمد بن المفضل الراغب الاصفہانی، الزریعۃ الی مکارم الشریعۃ، باب، 8/ص، 18، طبع، دار اقراء، گوہر رحمن، اسلامی ریاست، ص، 23/22، طبع، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، تاریخ اشاعت 2010ء۔

[5] : گوہر رحمن، اسلامی ریاست، ص، 23، طبع، مکتبہ تفہیم القرآن مردان، تاریخ اشاعت 2010ء۔

: اصحاب صفہ آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا۔ [6]

[7] : لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص، 65، طبع، لاہور، آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا۔

[8] : علاءُالدین علی متقی بن حسان الدین، کنزالعمال میں ابوثعلبہ کے فضائل، طبع، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ، نظام حکومتِ نبویہ، ص، 41-40، طبع، لاہور، لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص، 67، طبع، لاہور۔

[9] : ابو محمد عبدالملک بن ہشام بن ایوب حمیری، سیرت ابن ہشام (السیرۃ النبویۃ)، ص، 489، طبع، لبنان، بیروت، لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص، 56، طبع، لاہور، آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا۔

[10] : عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ، نظام حکومتِ نبویہ، ص، 38، طبع، لاہور، لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص، 56، طبع، لاہور۔

[11] : عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ، نظام حکومتِ نبویہ، ص، 61، طبع، لاہور، لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص، 59، طبع، لاہور، آزاد دائرۃ المعارف، ویکیپیڈیا۔

[12] : عبدالحی الکتانی رحمۃ اللہ علیہ، نظام حکومتِ نبویہ، ص، 135، طبع، لاہور، لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص، 62، طبع، لاہور

[13] : محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب الاستئذان والآداب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ السُّرْيَانِيَّةِ، حدیث نمبر، **2715۔**

[14] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 37، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، احمد بن حنبل، مسند، ج، 1/ص، 491، طبع، لاہور، محمد بن اسماعیل، بخاری، کتاب التفسیر، آیت: سبح اسم ربک الاعلیٰ۔

[15] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 37، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، احمد بن حنبل، مسند، ج، 1/ص، 246، طبع، لاہور، محمد بن اسماعیل، بخاری، کتاب التفسیر، آیت: سبح اسم ربک الاعلیٰ۔

[16] :: ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 38، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، احمد بن حنبل، مسند، ج، 3/ص، 137، طبع، لاہور۔

[17] : ایضاً، ص، 37، ایضاً، ج، 3، ص، 432۔

[18] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 37، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، استیعاب تذکرہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ عامل یمن۔

[19] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 38، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، عزیز الدین ابن العثیر ابی الحسن علی بن محمد البزری، اسد الغابہ ترجمہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، طبع، البیروت۔

[20] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 39، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ترجمہ، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ، طبع، دار لکتب العلمیۃ، البیروت، لبنان۔

[21] : احمد بن حنبل، مسند، ج، 5 / ص، 228، طبع، لاہور،

[22] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 39، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر و القاہرہ، ج، 1 / ص، 78، طبع، دراحیاء الکتب العربیہ۔

[23] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 39، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، احمد بن حنبل، مسند، ج، 5 / ص، 386، طبع، لاہور۔

[24] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 39۔40، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

[25] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 39۔40، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔ سلیمان بن الا شعث السجستانی رحمۃ اللہ علیہ، سُنن ابو داؤد، کتاب البیوع، باب کسب العلم، طبع، لاہور۔

[26] : حافظ جلال الدین عبد الرحمٰن السیوطی رحمۃ اللہ علیہ، حسن المحاضرہ فی تاریخ مصر و القاہرہ، ج، 1 / ص، 86، طبع، دراحیاء الکتب العربیہ، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 41۔40، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

[27] : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 41۔40، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی) یوسف بن عبد البر الغربی العندنسی، مختصر جامع البیان العلم، ص 38، طبع، المکتب التجاریۃ، دار الخیر۔

[28] : محمد بن اسماعیل، بخاری، کتاب العلم، ج 1 / ص، 20، طبع، مکتبہ دار الاشاعت، کراچی۔ ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 41، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)

[29] : یوسف بن عبد البر الغربی العندنسی، مختصر جامع البیان العلم، ص 38، طبع، المکتب التجاریۃ، دار الخیر، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 41، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)

[30] : ، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 42، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

[31] : ایضاً۔

[32] : یوسف بن عبد البر الغربی العندنسی، مختصر جامع البیان العلم، ص 88، طبع، المکتب التجاریۃ، دار الخیر، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 43۔42، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

[33] : شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی الحموی، معجم البلدان، ج، 5 / ص، 375، ذکر صقلیہ، طبع، البیروت، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 43، طبع، دار المصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

34 : شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی الحموی، معجم البلدان، ج،5 / ص،376، ذکر صقلیہ، طبع، البیروت، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 43، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

35 : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 43، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

36 : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص، 45۔43، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

37 : عبد الرحمٰن بن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص،476، طبع، نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،46۔45، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

38 : عبد الرحمٰن بن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص،474، طبع، نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی، ریاست علی ندوی ،اسلامی نظام تعلیم، ص،47۔46، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

39 : عبد الرحمٰن بن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص،473۔472، طبع، نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،48۔47، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

40 : عبد الرحمٰن بن ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص،476، طبع، نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی، ریاست علی ندوی ،اسلامی نظام تعلیم، ص،48، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

41 : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،49، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، ابو عباس احمد القلقشاندی، صبح الاعشیٰ، ج،5، ذکر بلاد الہند، طبع دار الکتب مصر۔

42 : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،49، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی، تذکرہ الحفاظ، ج1، / ص، 361، طبع، دار لکتب العلمیۃ، البیروت، لبنان۔

43 : علاّمہ ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء فی طبقات الاطبا، ج، 1 / ص، 222، طبع، سلیمان مارکیٹ اردو بازار لاہور، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،50۔49، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

44 : ابو عباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن خلقان، وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان، ج،2، / ص،161، طبع، البیروت۔ ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،50، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

45 : شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ الرومی الحموی، معجم البلدان، ج،5 / ص،375، ذکر صقلیہ، طبع، البیروت، ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،50، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

46 : ریاست علی ندوی، اسلامی نظام تعلیم، ص،50، طبع، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، (یو۔پی)۔

47 : لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص،65۔62، طبع، لاہور۔

[48] :لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص،80۔78، طبع ،لاہور، سیّد احمد ہاشمی، مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ، ص،69، طبع، قاہرہ۔

[49] :ڈاکٹر محمد ابراہیم خالد، تربیت اساتذہ، ص،192، طبع، اسلام آباد، لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص،80، طبع، لاہور۔

[50] : محمد بن اسماعیل، بخاری، کتابُ التفسیرِ القرآن، باب، سورۃ تبت یدا آبی لھب، حدیث نمبر، 4971، لیاقت علی خان نیازی ،پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص، 81۔80، طبع، لاہور۔

[51] :لیاقت علی خان نیازی، پاکستان کے لیے مثالی نظامِ تعلیم کی تشکیل تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں، ص،17، طبع، لاہور۔

[52] :علی بن محمد بن علی، التعریفات للجرجانی، ص،110، طبع، دارالبیان۔

[53] :سورۃ الزاریات، آیت،56۔

[54] :سورۃ بقرہ، آیت،32۔31۔

[55] :سورۃ بقرۃ، آیت،34۔

[56] :سورۃ الرحمٰن، آیت،4۔1۔

[57] :سورۃ علق، آیت،5۔1۔

[58] :سورۃ جمعہ، آیت،2۔

[59] :سورۃ المجادلہ، آیت،11۔

[60] :سورۃ الزمر، آیت،9۔

[61] :سورۃ طحہ، آیت،114۔

[62] : محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، کتاب العلم، حدیث نمبر،2647۔

[63] :ایضاً، حدیث نمبر،2646۔

[64] :ایضاً، حدیث نمبر،2685۔

[65] :ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ الربعی القزوینی، سُنن ابن ماجہ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، حدیث نمبر،229۔

[66] :ایضاً، حدیث نمبر،224۔

[67] :یوسف القرضاوی، اسلام اور معاشی تحفظ، ص،46۔

[68] : احمد بن حنبل، مسند احمد، ج/9، حدیث، 4887، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات، طبع، دارالحدیث القاہرہ۔